محمد وسیم اختر مفتی

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

عرب عدنان، قحطان اور قضاعہ کی ذریت ہیں۔ ان میں سے عدنان بن ادد (یا اد) ہی واحد شخص ہیں جن کے اولاد اسمٰعیل علیہ السلام ہونے میں کسی نے شک نہیں کیا۔ مضر عدنان کے پڑپوتے تھے، سُلیم بن منصور قیس عیلان بن مضر کے سکڑ پوتے تھے جن سے بنوسُلیم کا قبیلہ منسوب ہوا۔ یہ قبیلہ بالائی نجد میں خیبر کے قرب و جوار میں بود و باش رکھتا تھا، حضرت عمرو بن عبسہ اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت عمرو کے دادا کا نام خالد بن عامر (ابن حجر) یا عامر بن خالد (ابن عبدالبر، ابن اثیر) تھا۔ تیسری روایت (ابن سعد) کے مطابق خالد بن حذیفہ ان کے دادا تھے۔ چوتھی روایت ابن حزم نے ''جمہرۃ انساب العرب'' میں بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ منقذ بن خالد حضرت عمرو بن عبسہ کے دادا اور حذیفہ سکڑ دادا تھے۔ سُلیم ان کے آٹھویں (ابن عبدالبر، ابن حجر) یا دسویں (ابن سعد) جد تھے، اس نسبت سے وہ سلمی اور اپنے ساتویں جد مالک بن ثعلبہ کی زوجہ بجلہ بنت ہناۃ کی نسبت سے بجلی کہلاتے ہیں۔ ابونجیح یا ابوشعیب ان کی کنیت تھی۔ حضرت عمرو بن عبسہ حضرت ابوذر غفاری کے ماں جائے بھائی تھے۔ رملہ بنت وقیعہ غفاریہ دونوں اصحاب کی والدہ تھیں۔ ابن جوزی نے حضرت عمرو کے والد کا نام عنبسہ تحریر کیا ہے۔

حضرت عمرو بن عبسہ سلیم الطبع تھے اور زمانۂ جاہلیت ہی میں بت پرستی سے کنارہ کش ہو چکے تھے۔ اپنی نیک فطرت کی وجہ سے انھوں نے اسلام کی طرف لپکنے میں بھی پہل کی۔ خود فرماتے ہیں: میں ایمان لانے والا چوتھا شخص تھا۔ ابوامامہ باہلی نے حضرت عمرو سے پوچھا: آپ بنوسلیم کے ایک فرد اور صاحب حیثیت بزرگ ہیں۔ اپنے آپ کو اسلام میں داخل ہونے والا چوتھا فرد کس طرح قرار دیتے ہیں؟ انھوں نے بتایا: زمانۂ جاہلیت ہی میں میرا خیال تھا

کہ ہماری قوم گمراہ ہو چکی ہے۔ یہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کا کوئی دین نہیں۔ ایک بار میں ایسی ہی گفتگو کر رہا تھا کہ کسی آدمی نے سن کر کہا: مکہ میں ایک شخص ہے جو یہی بات کرتا ہے، میں نے سواری پکڑی اور مکہ پہنچ گیا۔ آپ کا کھوج لگاتا رہا، پھر پتا چلا کہ آپ مخفی رہتے ہیں۔ رات کے وقت خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں، اس وقت آپ سے ملا جا سکتا ہے۔ میں کعبہ کے پردوں میں چھپ کر سو گیا اور آپ کی آواز سن کر بیدار ہوا۔ آپ لا الٰہ الا اللہ کا ورد کر رہے تھے۔ میں باہر نکلا اور پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں اللہ کا نبی ہوں۔ پوچھا: نبی کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: اللہ کا رسول (پیغمبر)۔ میں نے پھر پوچھا: کیا اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے سوال کیا: کیا پیغام دے کر آپ کو مبعوث کیا ہے؟ فرمایا: یہ کہ اللہ اکیلے کو معبود مانا جائے اور کسی کو بھی اس کا شریک نہ بنایا جائے، بتوں کو توڑ دیا جائے، رحم کے رشتوں کو جوڑا جائے، خون ریزی بند کی جائے اور راستوں کو محفوظ بنایا جائے۔ میں نے پوچھا: اس دین میں آپ کا ساتھ کون دے رہا ہے؟ جواب فرمایا: ایک آزاد اور ایک غلام۔ تب سیدنا ابوبکر اور سیدنا بلال آپ کے ساتھ تھے۔ میں نے کہا: ہاتھ بڑھائیے، میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ تب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی۔ پھر کہا: میں آپ کے ساتھ ساتھ رہوں گا۔ آپ نے فرمایا: تم دیکھ نہیں رہے کہ لوگ میرے لائے ہوئے نور ہدایت کو ناپسند کر رہے ہیں، اس لیے آج تم یہاں رہ نہیں سکو گے، اپنے اہل خانہ کے پاس واپس چلے جاؤ اور جب یہ سنو کہ میں مکہ سے نکل آیا ہوں (یا مجھے غلبہ حاصل ہو گیا ہے) تو میرے پاس چلے آنا (مسلم، رقم ۱۸۸۲۔ احمد، رقم ۱۶۹۵۳)۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ آپ کے ارشاد 'غلام' اور 'آزاد' کا اطلاق محض سیدنا ابوبکر و سیدنا بلال پر کرنا درست نہیں۔ ان الفاظ کو اسماے جنس سمجھنا چاہیے، اس لیے کہ صحابہ کی ایک جماعت حضرت عمرو بن عبسہ سے پہلے اسلام قبول کر چکی تھی۔ مثلاً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت زید بن حارثہ، سیدنا بلال سے بھی پہلے ایمان لا چکے تھے۔ حضرت عمرو بن عبسہ اپنے آپ کو چوتھا مسلمان اپنی معلومات کے مطابق قرار دیتے ہیں، کیونکہ اس وقت مسلمان اپنا اسلام چھپاتے تھے۔ ان کے ایمان کا علم ان کے رشتہ داروں کی اکثریت کو نہ ہوتا تھا کجا اجنبیوں اور اہل بادیہ کو یہ خبر مل پاتی۔

اسلام لانے کے بعد حضرت عمرو بن عبسہ بنوسُلیم کے علاقوں صُفینہ اور حاذہ (جادہ) میں مقیم رہے۔ خود بیان کرتے ہیں کہ میں مسلمان ہونے کے بعد اپنے گھر والوں کے پاس چلا آیا اور ایک لمبا عرصہ آپ کی اطلاع آنے کا انتظار کرتا رہا۔ ہمارا گھر قافلوں کی گزرگاہ سے زیادہ دور نہ تھا۔ میں مکہ سے آنے والے قافلوں سے پوچھتا رہتا، کیا وہاں کوئی واقعہ رونما ہوا ہے؟ اس طرح مجھے پتا چل گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے یثرب تشریف لے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

آئے ہیں۔ پھر یثرب سے ایک قافلہ آیا تو میں نے استفسار کیا، مکہ کے اس شخص کے کیا احوال ہیں جو آپ کے شہر میں ہجرت کر آیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ آپ کی قوم نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، لیکن مشیت ایزدی حائل ہوئی اور دشمن کامیاب نہ ہو سکے۔ میں لوگوں کو چھوڑ کر بھاگا، اپنی سواری پکڑی اور مدینہ چلا آیا۔ آپ کے پاس پہنچا اور پوچھا: کیا آپ نے مجھے پہچان لیا ہے؟ فرمایا: ہاں تو وہی ہے جو مکہ میں میرے پاس آیا تھا۔ میں نے گزارش کی کہ اللہ نے آپ کو جو سکھایا ہے، مجھے بھی اس میں سے تلقین کیجیے۔ آپ نے فرمایا: جب تو فجر کی نماز ادا کر لے تو سورج طلوع ہونے تک کوئی نفلی نماز نہ پڑھنا۔ طلوع ہونے کے بعد بھی جب سورج چمڑے کی ڈھال کی طرح سرخ ہو، نماز میں مشغول نہ ہونا، کیونکہ یہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے نکلتا ہے اور اس وقت کفار اسے سجدہ کرتے ہیں۔ سورج جب ایک نیزہ یا دو نیزوں کی مقدار کے برابر بلند ہو جائے تو نوافل پڑھنا، اس لیے کہ اس وقت نماز حضوری کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اور مقبول ہوتی ہے۔ سورج بلند ہونے میں ایک نیزہ کے برابر کسر رہ جائے (یا آدمی کا سایہ ہم مثل ہو جائے) تو بھی نماز ادا کرنے سے رک جانا، کیونکہ یہ وہ وقت ہے جب جہنم دہکائی جاتی ہے۔ جب سایہ مشرق کی جانب ڈھل جائے تو نماز میں مصروف ہو جانا، اس وقت نماز مقبول و مشہود ہوتی ہے۔ یہ وقت تب تک رہتا ہے جب تم عصر کی نماز پڑھ لو۔ عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک نماز نہ پڑھنا، اس لیے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے مابین غروب ہوتا ہے۔ تب کفار اس کے آگے ماتھا ٹیکتے ہیں۔ حضرت عمرو بن عبسہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے وضو کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی بھی وضو کر کے قربت الٰہی حاصل کرنا چاہتا ہے، کلی کرتا ہے اور پانی پھینکتا ہے، پھر ناک میں پانی ڈالتا ہے اور نکالتا ہے تو اس کے منہ اور ناک کے دونوں اطراف کے گناہ پانی میں بہ جاتے ہیں۔ وہ جب منہ اس طرح دھوتا ہے، جس طرح اللہ کا حکم ہے تو اس کے چہرے کے گناہ ڈھل کر ڈاڑھی کے کناروں سے گر جاتے ہیں۔ جب وہ ہاتھوں کو کلائیوں سمیت دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ انگلیوں کے پوروں کے کناروں سے پانی کے ساتھ بہ جاتے ہیں۔ وضو کرنے والا جب اللہ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے سر پر مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ بالوں کے سروں سے پانی کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔ آخر میں وہ پاؤں ٹخنوں سمیت دھوتا ہے، جیسے اس کو اللہ کا حکم ہے، اس کے قدموں کے گناہ انگلیوں کی پوروں کے کناروں سے پانی میں بہ جاتے ہیں۔ وضو کرنے والا پھر کھڑا ہوتا ہے اور ان الفاظ میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہے جس کا وہ حق دار ہے اور دوگانہ ادا کرتا ہے تو اس کے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں، اس دن کی طرح جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ راوی ابوامامہ نے کہا: جناب عمرو بن عبسہ، دیکھیے تو سہی، آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا آپ نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

سے سن رکھا ہے؟ کیا وضو کرنے اور نماز پڑھنے والے کو یہ سب کچھ اسی وقت مل جائے گا؟ حضرت عمرو نے جواب دیا: اے ابوامامہ، میں بوڑھا ہو گیا ہوں، ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور موت قریب آ گئی ہے، مجھے کیا ضرورت کہ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھوں؟ میں نے یہ ارشاد آپ سے ایک دو بار نہیں، بلکہ سات دفعہ سنا ہے (مسلم، رقم ۱۸۸۲۔ نسائی، رقم ۱۴۷۔ احمد، رقم ۱۶۹۵۶)۔ اس سے ملتی جلتی دوسری روایت میں اضافہ ہے کہ یا نبی اللہ، کون سی گھڑی ہے جس میں دعا اور نماز سب سے زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: رات کا آخری پہر، رب اس وقت اپنے بندے کے قریب ترین ہوتا ہے۔ اگر تو اس گھڑی اللہ کا ذکر کر سکتا ہے تو ضرور کر (ابوداؤد، رقم ۱۲۷۷۔ نسائی، رقم ۵۷۳)۔

ابوامامہ ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن عبسہ نے بتایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ملا جب آپ بازار عکاظ میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایمان لانے کے بعد میں نے پوچھا: یا رسول اللہ، میں آپ کے ساتھ رہوں یا اپنی قوم میں واپس چلا جاؤں؟ فرمایا: اپنی قوم کے ساتھ رہو، حتیٰ کہ اللہ تمھارے رسول کو طاقت دے دے۔ چنانچہ میں فتح مکہ سے کچھ دیر پہلے مدینہ آیا اور سلام کے بعد عرض کیا: یا رسول اللہ، میں عمرو بن عبسہ سلمی ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے وہ پوچھوں جو آپ جانتے ہیں اور میں نہیں جانتا، جو میرے لیے نفع بخش ہو اور آپ کے لیے باعث ضرر نہ ہو۔ کون سی گھڑی بہترین ہے؟ کون سا وقت ہے جس میں تقویٰ حاصل کیا جا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: تو نے وہ بات پوچھی ہے جو تم سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی۔ اللہ رات کے درمیانی حصے میں خوب توجہ فرماتا ہے اور شرک و بغاوت کے علاوہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اس وقت نماز بڑی حضوری سے ادا ہوتی ہے اور خوب مقبول ہوتی ہے۔ تو سورج طلوع ہونے تک نماز پڑھ سکتا ہے (احمد، رقم ۱۹۳۲۶۔ مستدرک حاکم، رقم ۴۴۱۹)۔

ابوامامہ سے مروی تیسری روایت اس طرح ہے کہ حضرت عمرو بن عبسہ نے بتایا: جاہلیت میں، میں اپنی قوم کے خداؤں سے متنفر تھا۔ میرا خیال تھا کہ یہ نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ میں اہل کتاب میں سے ایک شخص سے ملا جو وادی القریٰ کے پاس واقع یہودیوں کے مسکن تیما کا رہنے والا تھا اور اسے بتایا: میں بتوں کی پوجا کرنے والی قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک بار ہمارا قبیلہ ایسی جگہ قیام پذیر ہوا جہاں کوئی صنم نہ تھا۔ ایک شخص نکلا اور چار پتھر اٹھا لایا، تین پتھروں کا چولہا بنا کر اس پر ہنڈیا چڑھا دی اور سب سے عمدہ اور خوب صورت نظر آنے والے چوتھے پتھر کو معبود بنا کر پوجنے لگا۔ ممکن تھا کہ کوچ کرنے سے پہلے اسے اس سے اچھا پتھر ملتا تو پہلے صنم کو پھینک کر اس کی بندگی کرنے لگتا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ یہ معبودان باطلہ ہیں، نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر۔ آپ مجھے اس دین سے بہتر دین کی راہ سجھائیے۔ اس نے بتایا کہ مکہ سے ایک شخص ظاہر ہو گا، اپنی قوم کے معبودوں سے بے زاری کا اظہار کرے گا اور انھیں چھوڑ کر معبود واحد کی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

طرف بلائے گا۔ وہی بہترین دین پیش کرے گا۔ جب تو اس کا کلام سن لے تو اس کی پیروی کرنا۔ اب مکہ جانا ہی میرا مقصد بن گیا۔ میں پوچھتا رہتا: کیا وہاں کوئی واقعہ رونما ہوا ہے؟ پھر وہ وقت آیا کہ ایک سوار مکہ سے آیا اور اس نے وہی واقعات سنائے جو میں مذکورہ اہل کتاب سے سن چکا تھا۔ میں نے رخت سفر باندھا اور مکہ پہنچ گیا۔

حضرت جُبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاری اور حضرت عمرو بن عبسہ دونوں کہا کرتے تھے: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے آپ کو چوتھا مسلمان پایا ہے۔ مجھ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور بلال کے علاوہ کوئی اسلام نہ لایا تھا۔'' دونوں حضرات یہی کہا کرتے، ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان میں سے دوسرا کب ایمان لایا۔ اہل صفہ میں شامل مشہور صحابی حضرت عرباض بن ساریہ بھی بنوسُلیم سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ بھی حضرت عمرو بن عبسہ کی طرح اسلام کے ابتدائی زمانے میں ایمان لائے۔

بدر، احد اور خندق کی جنگیں ہو چکیں تو حضرت عمرو بن عبسہ مدینہ پہنچے اور یہاں سکونت اختیار کر لی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ فتح خیبر کے بعد مدینہ آئے (مسلم، رقم ۸۳۲)۔

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

حضرت عمرو بن عبسہ غزوۂ طائف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے۔ خود روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف کے قلعے کا محاصرہ کیا۔ میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے سنا: جس نے ایک تیر پھینکا، اسے جنت میں ایک درجہ حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ اس روز میں نے سترہ تیر برسائے۔ حضرت عمرو مزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے بھی سنا: جس نے اللہ کی راہ میں ایک تیر چلایا، دشمن کو لگا یا نہ لگ سکا، ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب پائے گا۔ جس نے اللہ کی راہ میں اپنا بڑھاپا گزارا، روز قیامت اس کے لیے نور کا کام دے گا۔ جس نے ایک مسلمان غلام آزاد کیا، اللہ تعالیٰ غلام کی ہر ہڈی کے بدلے میں اس کی ہر ہڈی بچائے گا۔ اور جس کسی نے مومنہ عورت آزاد کی، اللہ تعالیٰ عورت کی ایک ایک ہڈی کے بدلے میں آزاد کرنے والے کی ایک ایک ہڈی کو دوزخ سے بچا لے گا (ابوداؤد، رقم ۳۹۶۵۔ ترمذی، رقم ۱۶۳۵۔ نسائی، رقم ۳۱۴۴)۔

حضرت عمرو بن عبسہ نے غزوۂ فتح مکہ میں شرکت کی۔

حضرت کعب کے غلام نے بیان کیا: ہم حضرت عمرو بن عبسہ، حضرت مقداد بن عمرو اور حضرت مسافع بن حبیب کے ساتھ سفر پر نکلے۔ سب کے ساتھ مویشی بھی تھے۔ ایک دن کڑی دوپہر کے وقت میں نے دیکھا کہ حضرت عمرو بن عبسہ سوئے پڑے ہیں اور ان پر ایک بادل سایہ فگن ہے۔ ایسے لگتا تھا کہ خاص انھی کے لیے بھیجا گیا ہے۔ وہ بیدار ہوئے اور بتایا: یہ ابر آتا رہتا ہے، پھر مجھے متنبہ کیا کہ یہ بات کسی کو ہرگز نہ بتانا۔ مجھے پتا چلا کہ تو نے ایسا کیا ہے تو

تمھاری خیر نہ ہوگی۔ واللہ، ان کی وفات تک میں نے یہ بات کسی کو نہ بتائی (حلیۃ الاولیاء ۱۳۷۹)۔

جمادی الثانی ۱۳ھ: عہد صدیقی کے آخر میں جنگ یرموک ہوئی۔ یرموک (Hieromyax) گولان کی پہاڑیوں کے جنوب مشرق میں چالیس میل کے فاصلے پر ایک سطح مرتفع ہے جو موجودہ اسرائیل، اردن اور شام کی درمیانی سرحد پر واقع ہے۔ رومی فوج کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار، جبکہ اہل ایمان کی نفری چالیس ہزار سے کچھ کم یا زیادہ تھی۔ طبری کے بیان کے مطابق حضرت خالد بن ولید اس وقت سپہ سالار نہیں، بلکہ ایک کمانڈر تھے۔ انھوں نے تجویز پیش کی کہ باری باری ہر جرنیل کو سالاری کا موقع دیا جائے۔ اس طرح پہلے دن کی کمان ان کے حصے میں آئی۔ اپنی فوج کو بے ترتیب پا کر انھوں نے ایک خطبہ دیا جس میں فوج کی صف بندی اور تنظیم کی اہمیت واضح کی۔ ادھر عیسائی راہبوں نے اپنے پیروؤں کو جنگ پر انگیخت کیا۔ حضرت خالد نے فوج کو چالیس کے قریب چھوٹے چھوٹے دستوں میں بانٹ دیا، ہر دستہ کم و بیش ایک ہزار فوجیوں پر مشتمل تھا۔ قلب میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی قیادت میں اٹھارہ دستے، میمنہ پر حضرت عمرو بن عاص کی کمان میں دس دستے اور میسرہ پر حضرت یزید بن ابوسفیان کی سربراہی میں دس دستے تھے۔ ہراول دستے پر حضرت قباب بن اشیم مقرر تھے۔ ایک دستے کی سربراہی حضرت عمرو بن عبسہ کے پاس تھی۔ دوسرے کمانڈروں میں حضرت قعقاع بن عمرو، حضرت عیاض بن غنم، حضرت ہاشم بن عتبہ، حضرت خالد بن سعید شامل تھے۔ حضرت ابوالدرداء کو قاضی لشکر، حضرت عبداللہ بن مسعود کو امیر بندوبست اور حضرت ابوسفیان کو واعظ بنایا گیا۔ تاریخ اسلام کے اس اہم معرکے میں مسلمانوں کو زبردست فتح حاصل ہوئی۔ تین ہزار اہل ایمان نے جام شہادت نوش کیا، جبکہ ایک لاکھ بیس ہزار رومی جہنم واصل ہوئے۔ رومی کمانڈر ان چیف، شاہ ہرقل کا بھائی تذراق (Theodore) اپنے انجام کو پہنچا اور شام میں رومی سلطنت (Byzantine or Eastern Roman Empire) کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔

جنگ یرموک میں حصہ لینے کے بعد حضرت عمرو بن عبسہ شام کے شہر حمص میں مقیم ہو گئے۔ رکوی ندی کے پاس ابن ابوسحنہ کی گلی میں ان کا گھر تھا۔ حمص میں بنوسلیم کے چار سو مزید اہل ایمان سکونت رکھتے تھے۔

۱۷ھ میں خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ زندگی میں آخری بار شام گئے، مہاجرین و انصار کی ایک جماعت ان کے ساتھ تھی۔ سیدنا علی کو مدینہ کا قائم مقام امیر مقرر کر کے وہ حجاز اور شام کی سرحد پر واقع شہر ایلہ پہنچے۔ ہر ضلع میں گھوم کر انھوں نے شام کی چوکیوں کو محفوظ بنایا، گرما و سرما کی الگ الگ فوجیں مقرر کر کے ان میں وظائف تقسیم کیے۔ سیدنا عمر نے حضرت عبداللہ بن قیس کو ساحلی علاقوں کا حاکم بنانے اور اردن کے گورنر حضرت شرحبیل بن حسنہ

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

کو معزول کر کے گورنر دمشق حضرت معاویہ کو شام کے پورے صوبے کا حاکم مقرر کرنے کے احکامات جاری کیے۔ حضرت عمرو بن عبسہ کو اہرا کا امیر نامزد کر کے وہ شام سے رخصت ہوئے اور ذوالحجہ کے مہینے میں مدینہ پہنچ گئے۔

حضرت معاویہ نے رومیوں سے جنگ بندی کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ مدت معاہدہ ختم ہونے سے پہلے ہی وہ لشکر لے کر چل پڑتے اور جونہی مدت پوری ہوتی، ان پر حملہ کر دیتے۔ اسی طرح کے ایک واقعہ میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص عربی یا ترکی گھوڑے پر سوار پکارتے ہوئے چلا آ رہا ہے: ''اللہ اکبر! اللہ اکبر! ایفاے عہد ہوگا، عہد شکنی نہ ہوگی۔'' وہ حضرت عمرو بن عبسہ تھے۔ حضرت معاویہ نے پچھوایا کہ بدعہدی کا کیا معاملہ ہے؟ حضرت عمرو بن عبسہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو مدت معاہدہ ختم ہونے سے پہلے معاہدے میں کوئی کمی بیشی کرے نہ اسے توڑے۔ ہاں معاہد کی طرف سے بدعہدی ہو تو وہ معاہدہ توڑ سکتا ہے۔ حضرت معاویہ نے یہ سنا تو لشکر لے کر واپس چلے گئے (ابوداؤد، رقم ۲۷۵۹۔ ترمذی، رقم ۱۵۸۰۔ احمد، رقم ۱۶۹۵۲)۔

حضرت عمرو بن عبسہ شام میں مقیم رہے اور ۷ا ھ میں وفات پائی (ابن جوزی)۔ ابن حجر کا خیال ہے کہ ان کا انتقال عہد عثمانی کے اواخر میں حمص میں ہوا۔ تیسری روایت کے مطابق سیدنا عثمان کی شہادت کے وقت حضرت عمرو بن عبسہ زندہ تھے اور انھوں نے حضرت معاویہ، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابوامامہ کے ساتھ مل کر قاتلین خوارج سے سیدنا عثمان کا قصاص لینے کا مطالبہ کیا۔ ذہبی نے خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت عمرو بن عبسہ کی وفات ۶۰ ھ کے بعد ہوئی، البتہ انھیں خود بھی اس تاریخ پر پختہ یقین نہیں۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اصحاب رجال حضرت عمرو بن عبسہ کو شامی صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ ان کی مرویات صحیح بخاری کے علاوہ ہر کتاب میں ہیں۔ حضرت عمرو نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، جبکہ ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں شامل ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوامامہ باہلی، حضرت سہل بن سعد ساعدی، حضرت ابورزین لقیط بن صبرہ جیسے جلیل القدر اصحاب رسول اور حضرت ابوادریس خولانی، حضرت عبدالرحمٰن بن عسیلہ صنابحی، حضرت کثیر بن مرہ، حضرت عدی بن ارطاۃ، حضرت شرحبیل بن سمط، حضرت معدان بن ابوطلحہ، حضرت سلیم بن عامر، حضرت ضمرہ بن حبیب، حضرت عبدالرحمٰن بن عامر، حضرت جبیر بن نفیر، حضرت شہر بن حوشب، حضرت عبدالرحمٰن بن بیلمانی، حضرت عبدالرحمٰن بن عائذ، حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن اور حضرت ابوسلام اسود جیسے تابعین جن میں سے زیادہ تر شام میں مقیم تھے۔ حضرت بسر بن عبداللہ (یا عبیداللہ)، حضرت حبیب بن عبید، حضرت سوید بن جبلہ، حضرت شداد ابوعمار، حضرت ابوظبیہ (یا ابوطیبہ) کلاعی، حضرت عبدالرحمٰن بن یزید اور حضرت ابوقلابہ جرمی بھی ان کے راویوں میں شامل ہیں۔

حضرت عمرو بن عبسہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ مال غنیمت کا ایک اونٹ (سترہ کے طور پر) سامنے تھا، سلام پھیرنے کے بعد آپ نے اونٹ کے پہلو سے ایک بال ہاتھ میں لیا اور فرمایا: تمھاری غنیمتوں میں سے میرے لیے اس بال کی مقدار کے برابر لینا بھی جائز نہیں۔ ہاں خمس لے سکتا ہوں اور وہ بھی تم لوگوں ہی میں پلٹ آتا ہے (یعنی مصالح عامہ میں استعمال ہوتا ہے۔ ابوداؤد، رقم ۲۷۵۵۔ مستدرک حاکم، رقم ۶۵۸۳)۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خمس یتیموں اور مساکین میں تقسیم فرما دیتے یا اسلحہ اور فوج کے گھوڑوں کی خریداری میں صرف فرماتے۔

حضرت عمرو بن عبسہ کہتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا، اسلام کیا ہے؟ فرمایا: اچھی گفتگو کرنا اور کھانا کھلانا۔ پوچھا: ایمان کیا ہے؟ جواب فرمایا: صبر کرنا اور فراخ دلی کا مظاہرہ کرنا۔ میں نے دریافت کیا: کون سا اسلام افضل ہے؟ تو ارشاد کیا: اس مسلمان کا اسلام جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ سوال کیا: کون سا ایمان افضل ہے؟ جواب فرمایا: جو اچھا اخلاق جنم دے۔ پوچھا: کون سی نماز بہترین ہے؟ آپ نے فرمایا: جس میں دعا لمبی ہو۔ میرا اگلا سوال تھا: کون سی ہجرت بہترین ہے؟ جواب ارشاد ہوا: یہ کہ تو ان سب کاموں کو چھوڑ دے جنھیں تمھارا رب پسند نہیں کرتا۔ میں نے استفسار کیا کہ کون سا جہاد سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ فرمایا: اس مجاہد کا جہاد جس کا خون بہے اور اس کا گھوڑا ہلاک ہو جائے (ابن ماجہ، رقم ۲۷۹۴۔ احمد، رقم ۱۹۳۲۸)۔

مطالعۂ مزید: الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، تاریخ الامم والملوک (طبری)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، تاریخ دمشق الکبیر (ابن عساکر)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر)، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (مزی)، سیر اعلام النبلاء (ذہبی) البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، تہذیب التہذیب (ابن حجر)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com